مراسلات

(مراسلہ نگار کے افکار و خیالات سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں)

برادرِ گرامیِ قدر! سلام و رحمت

.... میں نے آپ کا مجلہ ابھی تک نہیں دیکھا ہے۔ اچھا کیا آپ نے اس کی کاپی ارسال کر دی ہے۔ بلکہ میرے پاس تو ماہ بماہ آتے رہنا چاہیئے۔ تاکہ آپ سے اور اہلِ علم دونوں سے رابطہ قائم رہے۔ آپ کا حکم کہ ہر ماہ 'فکر و نظر' کے لئے کچھ لکھوں، سَر آنکھوں پر۔ لیکن جانے کیوں اُردو پرچوں میں تحقیقی مقالے لکھنے کو کبھی دل نہیں چاہا۔ شاید اس لئے کہ اُردو میں ایسے پرچوں کی کمی ہے جن کا مزاج تحقیقی ہو۔ حواشی، ڈائیگرام اور نقشوں کی اشاعت کا ذمہ لیں تو حوصلہ ہو۔ آج کل تحقیقی مقالات میں یہ باتیں ضروری خیال کی جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں دوسری زبانوں کے حوالے ان ہی زبانوں (ORIGINAL) میں دینا جدید اسکالرشپ کا مزاج بن چکا ہے۔ مثلاً یورپ اور امریکہ میں جہاں مضامین انگریزی میں لکھے جاتے ہیں، عربی فارسی، اُردو، چینی، روسی، سنسکرت وغیرہ کے حوالے عموماً انہی زبانوں میں دیئے جاتے ہیں، تاکہ قاری اصل (ORIGINAL) کو پڑھ کر زیادہ لطف حاصل کر سکے۔ مضمون نگار تو قاری کو ORIGINAL تک لے جانے میں محض مدد کرتا ہے۔ ان دقتوں کی وجہ سے اُردو پرچوں کے لئے اس سے قبل جب کبھی کچھ لکھنے کی نوبت آئی تو خود کو REFLECTIVE مضامین تک محدود رکھنا پڑا۔ یعنی خالص فکری مضامین جن میں نہ حوالوں کی ضرورت ہوتی ہے نہ ہی دیگر زبانوں سے استناد کی۔ سیدھی سادی زبان میں ذاتی آراء کا اظہار ہوتا ہے۔ لیکن تحقیق میں یہ بات نہیں چلتی، اس کے تقاضے اور ہیں۔

کاغذ پر چھپتا ہے ، اس کے لئے ۲۳ سطر کا جو مسطر آپ نے اختیار کر رکھا ہے وہ اس لحاظ سے غیر مناسب ہے کہ اس سے صفحہ بہت گنجان معلوم ہوتا ہے اور صفحہ کا نچلا حاشیہ بھی غائب ہے جس سے سارا پرچہ بدزیب ہو گیا ہے۔ آپ کو خوب معلوم ہے کہ معارف اور برہان دونوں علمی پرچے اسی سائز پر شائع ہوتے ہیں لیکن ان کا مسطر ۱۹ سطر کا ہے۔ اس لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ ایک صفحہ میں ۲۱ سطروں سے زیادہ کھپانے کی ہرگز کوشش نہ کریں۔

آپ اپنے پرچہ کی تیاری پر کافی رقم صرف کرتے ہیں۔ ایڈٹ کرنے میں بھی بہت کچھ دماغ سوزی کرنی پڑتی ہے ، اس کے باوجود پرچہ مقابلۃً بدزیب معلوم ہوتا ہے۔ اس کا اوّلین علاج یہ ہے کہ صفحہ کی سطریں ۲۱ کر دیں۔ گنجان مسطر اختیار کرنے سے آپ اپنی ساری محنت پر پانی پھیر رہے ہیں۔

دیگر آپ نے دیکھا ہوگا کہ معارف اور برہان کے ایڈیٹر جب پہلے صفحہ پر مضامین کی فہرست درج کرتے ہیں تو اپنے مضمون نگاروں کو کبھی مولانا، کبھی پروفیسر اور کبھی ڈاکٹر کے القاب سے یاد کرتے ہیں، جس سے قاری پر یہ بات فوراً واضح ہو جاتی ہے کہ مضامین کے لکھنے والے مستند اور ذی علم لوگ ہیں۔ اس سے پرچے کی شان بلند ہوتی ہے۔ علمی آداب و اخلاق کا تقاضا یہی ہے۔

عنوان کی تحریر کو کاتب کی صوابدید پر نہ چھوڑیئے۔ آپ کے کاتب عنوانوں کو چوکھٹ میں لکھ رہے ہیں، اور مضمون نگار کے نام کو کسی گوشہ میں لٹکا رہے ہیں علمی پرچوں کا یہ انداز نہیں ہے۔

آپ کے کاتب کو چاہیئے کہ میرے املا کی پیروی کرے، کیونکہ مضمون کی ذمہ داری ہر لحاظ سے مجھ پر ہے۔ میں ہمیشہ غرضکہ لکھتا ہوں، وہ اسے غرضیکہ بنا رہے ہیں۔

حضرت کاتب نے میرے مضمون کی ذیلی اور بغلی سرخیوں کے لئے جو خط اختیار کیا ہے یہ ہمارے رسم الخط کی کون سی قسم ہے؟ میرے خیال میں یہ خطِ مسخ ہے!

(ڈاکٹر) عنایت اللہ